علامہ شبیر احمد عثمانی۔ شخصیت وسوانح

Allama Shabbir Ahmad Usmani- Personality & Biography

Dr. Zill e Huma
Assistant Professor Lahore College for Women University (LCWU), Lahore
Email: huma_ahsan77@yahoo.com
Dr. Hajira Mariam
Lecturer Lahore College for Women University (LCWU), Lahore
Email: hj_mariam@hotmail.com
Dr. Tahira Abdul Quddus
Assistant Professor Lahore College for Women University (LCWU), Lahore
Email: tahiraabdulquddus@yahoo.com

Abstract

Allama Shabbir Ahmad Usmani was an Islamic scholar, who supported the Pakistan Movement. He was a theologian, writer, orator, politician and expert in Tafseer and Hadith. He also known as “Sheikh-Ul-Islam”, “Al-Usmani”, “Al-Deobandi”, “Al-Qasmi” and “Al-Ashrafi”. He was educated at Darul-Uloom Deoband and graduated in 1908. After his graduation, he was appointed as a teacher at Darul-Uloom Deoband. In 1915, he started to teach “Sahih-al- Muslim”, a book of teachings of Holy prophet (PBUH). After that he taught at Jamia Fatahpur Dehli. In 1926, he moved to Dabhel and became a teacher at Jamia Islamia Dabhel. After the death of Anwar Shah Kashmiri, he started to teach “Sahih-al-Bukhari” a book of teachings by Holy prophet (PBUH). He was the founder member of “Jamia Millia Islamia” New Dehli. He was one of the Deobandis who supported the creation of Pakistan. In 1944, he joined the Muslim League. He founded the “Jamiat Ulama-e-Islam”. After the partition of subcontinent, he became a member of Constituent Assembly of Pakistan and remained member till his death. He is best remembered for having spearheaded the Objective Resolution (Qarardad-e-Maqasid), which was passed by the Constituent Assembly on March 12, 1949. Allama Shabbir Ahmad Usmani died at Baghdadul Jadid in Bahawalpur State on December 13, 1949 and was buried at Islamia College Karachi. He was awarded with the honorary degree of Ph.D from present Governor of Punjab Sardar Abdul Rab Nishtar. This article deals with the biography and services of Allama Shabbir Ahmad Usmani.

Keywords: Shabbir, Ahmad, Usmani, personality, biography

شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی برصغیر کی نامور شخصیات، دار العلوم دیوبند کے مایہ ناز فضلاء اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے معتمد علیہ تلامذہ میں سے تھے۔ غیر معمولی ذکاوت و ذہانت کے حامل تھے۔ موصوف کو علومِ عقلیہ سے خاص ذوق تھا اور منطق، فلسفہ اور علم الکلام میں غیر معمولی دسترس حاصل تھی۔ آپ ایک بہت بڑے

مفسر، جلیل القدر محدث، رفیع الشان فقیہہ، عظیم المرتبت متکلم، بہترین مقرر اور بلند پایہ سیاستدان تھے۔ آپ نے تمام زندگی اسلام، مسلمانوں اور ملک و ملت کی خدمت میں گزاری۔

ولادت

شبیر احمد عثمانی عاشورہ کے دن یعنی دس محرم ۱۳۰۵ ہجری بمطابق ۱۸۸۵ء میں بجنور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ان دنوں یہاں ڈپٹی انسپکٹر تعلیمات کے عہدے پر فائز تھے۔ (۱) سید محبوب رضوی (۲) اور ضیاء الرحمن فاروقی (۳) نے آپ کی تاریخ ولادت ۱۸۸۷ء، قاری فیوض الرحمن نے ۱۸۸۸ء (۴) اور پروفیسر محمد انوار الحسن شیر کوٹی (۵) اور نور البشر بن محمد نور الحق (۶) نے ۱۸۸۹ء ذکر کی ہے۔

نام و نسب

آپ کے نام کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک فضل اللہ اور بعض کے ہاں شبیر احمد ہے۔ اسی ضمن میں انور الحسن انور قاسمی رقمطراز ہیں:

> آپ کے والد نے آپ کا نام پہلے فضل اللہ رکھا اور بعد ازاں شبیر احمد جو غالباً عشرہ محرم کی پیدائش کی مناسبت سے ہو گا اور یہی نام مشہور ہوا۔ (۷)

اسی طرح انوار الحسن شیر کوٹی بیان کرتے ہیں:

علامہ نے اپنی تصانیف، مضامین اور خطوط میں اپنے نام اور نسب کا شبیر احمد عثمانی کے الفاظ سے جا بجا ذکر کیا ہے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کا نام نامی شبیر احمد ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے آپ کا سلسلۂ نسب ملتا ہے، لیکن آپ کی معرکۃ الآراء تصنیف فتح الملہم شرح مسلم کے ٹائٹل اور آپ کی تفسیر یا فوائد قرآنی کے اختتام پر اپنے قلم سے تحریر کیے ہوئے الفاظ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دراصل آپ کے والد محترم نے آپ کا نام فضل اللہ رکھا تھا، چنانچہ فوائد قرآن کریم کے آخر میں لکھتے ہیں:

العبد الفقیر فضل اللہ المدعوبه شبیر احمد ابن مولانا فضل الرحمن العثمانی۔ قد کان ابی سمّانی فضل اللہ وکان ینشد:

ذلک فضل اللہ یوتیه من یشاء ولو کرہ الاعداء من کل حاسد۔

اور اسی طرح کی عبارت فتح الملہم کے ٹائٹل پر ہے، لکھتے ہیں:

فتح الملهم للعبد الفقیر الخاطئ الجانی فضل اللہ المدعو به شبیر احمد الدیوبندی العثمانی۔ (۸)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کا نام فضل اللہ تھا اور شبیر احمد کے نام سے معروف ہوئے۔ آپ کا سلسلۂ نسب تینتالیسویں پشت میں حضرت عثمان سے جا ملتا ہے، جیسا کہ انوار الحسن شیر کوٹی کے درج ذیل شجرہ نسب سے ثابت ہو گا:

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی بن مولانا فضل الرحمن بن مراد بخش بن غلام محمد بن غلام نبی بن لطف اللہ بن محمد عاشق بن شیخ فرید عثمانی بن ابو محمد بن محمد حافظ بن شیخ مولانا محمد بن خواجہ عبد الملک بن عبد العزیز بن عبد الحکیم بن سعید بن شیخ احمد بن خواجہ فضل اللہ بن خواجہ ابو الوفا بن عبید اللہ بن حسین بن عبد الرزاق بن عبد الحکیم بن حسن بن عبد اللہ عرف ضیاء الدین بن یعقوب عرف معز الدین بن عیسی بن اسماعیل بن محمد بن ابا بکر بن علی بن عثمان بن عبد اللہ حرمانی ابن عبد الرحمن گازرونی بن عبد العزیز ثالث بن خالد بن ولید بن عبد العزیز ثانی بن شہاب الدین المعروف عبد الرحمن اکبر بن عبد اللہ الثانی بن عبد العزیز بن عبد اللہ الکبیر بن عمرو بن امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۹)

القاب

آپ کو علامہ، شیخ الاسلام، العثمانی، الدیوبندی، المحمودی، القاسمی، الأشرفی اور ولی اللھی جیسے القابات سے نوازا گیا۔ (۱۰)

علامہ عثمانی کا سراپا

انوار الحسن شیر کوٹی مولانا عثمانی کا سراپا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> مطبع قاسمی میں جب میں شروع شروع میں ٹھہرا تو میرے جانے کے پہلے ہی روز شام کو غالباً ۶ شوال ۱۳۳۹ھ کو میں نے پہلی مرتبہ علامہ عثمانی کو دیکھا۔ وجیہہ گندم گوں چہرہ، خط بھرا ہوا، سیاہ متشرع ریش مبارک، دہرا جسم بھرا ہوا، نہ زیادہ موٹا اور نہ زیادہ پتلا، متوسط قد، رفتار دلبریانہ مگر عالمانہ، ہاتھ میں چھڑی، سر پر محمودیہ مڑھی ہوئی ٹوپی، سر کے بال کترے ہوئے اور کبھی سر منڈا ہوا، سلائی دار ڈورے کا نیچا کرتا، مغلئی پاجامہ، پاؤں میں کلکتہ کا سیاہ سلیپر اور سفر میں بعض اوقات دلی کا بنا ہوا ایک پھول کا جوتا، کبھی اچکن یا شیروانی پہنے نہیں دیکھا۔ کچھ ایام کے بعد خالص گاڑھے رنگ کے کپڑے رہ گئے، جو آخری عمر تک رہے۔ غذا مختصر مگر لطیف، چائے کے شوقین، وسیع القلب، طلبہ کے ہمدرد، نازک مزاج اور نازک طبع، عبادت میں خشوع و خضوع، رفتار میں میانہ روی، نگاہیں نیچی کر کے چلتے۔ دوستوں اور احباب کے ساتھ تواضع۔ (۱۱)

مناظر احسن گیلانی اس سیاق میں رقمطراز ہیں:

> ان کا بولنے کا طرز حد سے زیادہ سنجیدہ اور خطاب کا طریقہ غیر معمولی طور پر دل آویز تھا۔ (۱۲)

ماہر القادری عثمانی صاحب کے سراپا کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

> علامہ مرحوم کے رہنے سہنے کا انداز سادہ اور تکلفات سے دور تھا، معمولی لباس پہنتے، ان کی سج دھج میں کوئی امتیازی شان نہ پائی جاتی تھی۔ طبیعت متواضع تھی، فراستِ دین بھی اللہ نے ان کو بخشی تھی اور ساتھ ہی حرم کعبہ کے کبوتر کی طرح بھولے بھالے بھی تھے۔ (۱۳)

تعلیم و تربیت

آپ نے ابتدائی تعلیم حافظ محمد عظیم دیوبندی سے ۱۳۱۱ہجری میں حاصل کی جیسا کہ انوار الحسن شیر کوٹی رقمطراز ہیں:

> آپ کے سب سے پہلے استاد، جنہوں نے آپ کی بسم اللہ کرائی۔ حافظ محمد عظیم صاحب دیوبندی مرحوم تھے۔ (۱۴)

آپ قاعدہ وغیرہ سے فارغ ہوئے تو شوال یا کسی اور ماہ ۱۳۱۲ہجری میں دار العلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور قرآن کریم حافظ نامدار خان صاحب سے بھی پڑھا۔ (۱۵) آپ کو بچپن سے ہی تعلیم کا بے حد شوق تھا جیسا کہ فیض انبالوی لکھتے ہیں:

> بڑے ہوئے تو تعلیم کا شوق اس قدر بڑھا کہ تمام دن دار العلوم میں رہنے لگے۔ تعلیم کے وقت درس حاصل کرتے اور چھٹی کے بعد اساتذہ کی خدمت کرتے اور درس اخلاقیات لیتے۔ شام کو گھر آتے تو رات بھر عبادت کا شغل جاری رکھتے۔ جب کثرت شبِ بیداری حد سے بڑھ گئی تو مادرِ مشفق نے محسوس کیا کہ عابد بیٹے کی صحت روز بروز گرتی جا رہی ہے، تو منع کیا کہ اس میں کمی کرو، لیکن بد دستور وہی حالت دیکھ کر ماں نے کثرتِ عبادت کم کرنے پر زور دیا، تو آپ نے کہا کہ اماں اگر مجھے حقیقی آرام دینا چاہتی ہو تو شبِ بیداری سے منع نہ فرمائیں۔ اس ریاضت و عبادت سے جب مجھے اس فانی دنیا میں آرام ملتا ہے تو میں یقین کرتا ہوں کہ آئندہ زندگی میں بھی حقیقی آرام میسر آئے گا۔ ماں اس جواب سے لاجواب ہو گئی۔ (۱٦)

قرآن کریم اور دینی کتب کی تعلیم سے فراغت کے بعد ۱۳۱۴ہجری میں منشی منظور احمد دیوبندی مدرس فارسی دار العلوم دیوبند سے فارسی پڑھنی شروع کی، بعد ازاں فارسی کی بڑی بڑی کتابیں مولانا محمد یاسین صاحب صدر مدرس سے پڑھیں۔ ۱۳۱۹ہجری سے عربی تعلیم دار العلوم دیوبند میں شروع کی۔ آپ کے عربی کے اساتذہ میں مولانا

محمد یاسین صاحب شیر کوٹی، مولانا غلام رسول صاحب ہزاروی، مولانا حکیم محمد حسن صاحب دیوبندی اور بالخصوص حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب اسیر مالٹا تھے۔ ۱۳۲۵ہجری میں تعلیم سے فراغت پائی۔ (۱۷) اور درجہ فضیلت اول درجے میں پاس کیا۔ (۱۸) آپ اپنے عہدِ طالب علمی میں بڑے ذہین اور فطین مشہور ہو گئے اور اپنے زمانۂ طالب علمی میں اپنے ہم سبقوں اور دیگر طلبہ کو تعلیم دیتے تھے۔ مولانا حبیب الرحمن مولانا شبیر احمد عثمانی کے زمانہ طالب علمی میں پڑھانے کے متعلق فرماتے ہیں:

> مولوی صاحب موصوف اس زمانے میں بھی جب کہ خود تحصیل علم میں مصروف تھے، طلبہ کو درس دینے میں اپنا بہت سا وقت صرف کرتے تھے، منتہی طلبہ تمام علوم کی کتابیں آپ سے بے تامل پڑھتے تھے۔ (۱۹)

شیوخ

شبیر احمد عثمانی نے بہت سارے اساتذہ سے اکتسابِ فن کیا۔ ان میں سے چند نمایاں شیوخ حافظ محمد عظیم دیوبندی، منشی منظور احمد دیوبندی، مولانا محمد یاسین شیر کوٹی، مولانا غلام رسول ہزاروی، مولانا حکیم محمد حسن صاحب دیوبندی، حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب اسیر مالٹا، مفتی عزیز الرحمن غلام رسول صاحب، مولانا مرتضی حسن صاحب چاندپوری اور مولانا محمد احمد صاحب ہیں۔ (۲۰)

تلامذہ

شیخ الاسلام علم و فضل کے پہاڑ تھے۔ آپ نے اپنی ساری زندگی درس و تدریس میں بسر کی۔ آپ کے ممتاز تلامذہ میں مناظر احسن گیلانی، حفظ الرحمن سیوہاروی، مفتی محمد شفیع، شیخ محمد یوسف بنوری، محمد ادریس کاندھلوی، شیخ قاری محمد طیب، شیخ بدر عالم میرٹھی، فضل الرحمن، مولانا اطہر علی سلہٹی، مولانا سعید احمد اکبر آبادی، مولانا محمد منظور صاحب نعمانی اور مولانا ابو المآثر محمد حبیب الرحمن صاحب اعظمی شامل ہیں۔ (۲۱)

منشی عبد الرحمن آپ کے تلامذہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

> مرحوم کی کوئی ظاہری اولاد نہ تھی لیکن بحمد اللہ کہ انہوں نے اپنی کثیر باطنی اولاد چھوڑی ہے اور یہ ان کے تلامذہ ہیں جو زیادہ تر دیوبند اور ڈابھیل میں ان کے شرف تلمذ سے مشرف ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض مشاہیر کے نام جو مجھے معلوم ہیں، وہ یادگار کے طور پر سپرد قلم کرتا ہوں۔ مولانا مناظر احسن گیلانی، مولانا ابو المآثر محمد حبیب الرحمن صاحب اعظمی، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی اور مولانا محمد یوسف صاحب بنوری کہ ان میں سے ہر ایک بجائے خود دائرہ علم ہے۔ (۲۲)

درس و تدریس

۱۳۲۵ ہجری میں شبیر احمد عثمانی صاحب فارغ التحصیل ہوئے۔ ۱۳۲۶ ہجری کے شوال سے آپ کو دار العلوم دیوبند میں منصب تدریس پر مقرر کر دیا گیا اور پڑھانے کے لیے درسیات کی اعلیٰ کتابیں دے دی گئیں۔ (۲۳) ۱۳۲۶ سے ۱۳۲۸ ہجری تک آپ نے مدرسہ فتح پور دہلی میں بحیثیتِ صدرِ مدرس تدریسی فرائض سر انجام دیئے۔ (۲۴) ۱۳۲۸ ہجری میں اکابرین دار العلوم دیوبند نے آپ کو دار العلوم دیوبند واپس بلا لیا۔ جیسا کہ مولانا حبیب الرحمن لکھتے ہیں:

> ۱۳۲۶ ہجری میں آپ مدرسہ فتحپوری دہلی کے مدرس اول مقرر ہو کر گئے، ۱۳۲۸ ہجری تک وہاں رہے۔ ممبران مدرسہ کو یہ امر پسند نہ تھا کہ ایسے لائق اور کارآمد شخص کو دار العلوم سے جدا رکھا جائے۔ اس لیے شوال ۱۳۲۸ ہجری میں دیوبند بلا لئے گئے۔ (۲۵)

واپسی پر آپ کو اکابر مدرسین میں جگہ دی گئی اور اعلیٰ درجے کی کتابیں پڑھانے کی پیشکش کی گئی۔ (۲۶) آپ نے تقریباً اٹھارہ سال دار العلوم دیوبند میں تدریس کے فرائض سر انجام دیئے۔ ۱۳۴۶ ہجری میں آپ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل تشریف لے گئے اور وہاں شیخ التفسیر اور شیخ الحدیث دوم مقرر ہوئے۔ (۲۷) حضرت انور شاہ کشمیری کی وفات کے بعد ۱۳۵۳ ہجری میں آپ نے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں صدرِ مدرس اور شیخ الحدیث کی حیثیت سے تدریسی فرائض سر انجام دیئے۔ (۲۸) ۱۳۵۳ ہجری سے ۱۳۶۲ ہجری تک آپ نے دار العلوم دیوبند میں صدرِ مہتمم کی حیثیت سے تدریسی فرائض سر انجام دیئے۔ (۲۹)

تصنیفات، مقالات اور خطبات

علامہ شبیر احمد عثمانی درس و تدریس کے علاوہ تصنیف و تالیف میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ آپ کی تصنیفات، مقالہ جات اور خطبات کا تذکرہ افادہ سے خالی نہ ہو گا۔

کتب

تفسیر عثمانی
اعجاز القرآن
تقریر بخاری
العقل والنقل
فتح الملہم

مقالات

الشہاب
لطائف الحدیث
قرآن مجید میں تکرار کیوں ہے۔
الاسلام
الدار الآخرۃ
تحقیق خطبۂ جمعہ
معارف القرآن
ہدیہ سنیہ
تشریح واقعہ دیوبند

حجاب الشرعی
خوارق عادات
الروح فی القرآن
سینما بینی

خطبات

خطبہ ترک موالات
خطبہ جمعیت علمائے کلکتہ
خطبہ مسلم لیگ کانفرنس میرٹھ
خطبہ جمعیت العلمائے لاہور
خطبہ صدارت ڈھاکہ
بیان و خطبہ مؤتمر اسلامی کراچی۔ (۳۰)

انوار الحسن انور قاسمی شبیر احمد عثمانی کی تحریری کاوشوں کی ستائش میں لکھتے ہیں:

> حضرت عثمانی کو قدرت نے اگرچہ صلبی اولاد سے محروم رکھا، لیکن اس کے عوض ان کو ایسی معنوی اولاد سے سرفراز فرمایا، جس کا سلسلہ اس وقت بھی قائم رہے گا جب کہ اہل و عیال بھی اپنے آباؤ واجداد کی یادیں تازہ رکھنے سے قاصر ہو جاتے ہیں اور وہ ہیں ان کی علمی یادگاریں، جو لوگوں کے لیے ہمیشہ جنت نگاہ رہیں گی۔ یہ وہ سدا بہار پھول ہیں، جن کو کبھی خزاں کے ظالم ہاتھ چھو نہیں سکتے۔ (۳۱)

سیرت و کردار

شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی صاحب علم و فضل کا پہاڑ ہونے کے ساتھ ساتھ اوصافِ حمیدہ سے بھی متصف تھے۔ آپ کی سیرت و کردار کے چند نمایاں پہلو درج ذیل ہیں:

عبادت و پرہیز گاری

مولانا شبیر احمد ابتداء ہی سے عبادت کی طرف مائل تھے، جیسا کہ فیض انبالوی آپ کے اس وصف کا یوں ذکر کرتے ہیں:

> آپ کو لہو و لعب سے سخت نفرت تھی۔ اپنے ہم وطن بچوں کی عام عادت کے مطابق کھیل کود میں انہماک، باغوں اور جنگلوں میں گھومنے پھرنے سے دلچسپی نہ تھی۔۔۔ بڑے ہوئے تو تعلیم میں مشغول ہو گئے، تعلیم کا چسکا اس قدر پڑ گیا کہ تمام دن دار العلوم میں رہتے۔ تعلیم کے وقت درس حاصل کرتے اور چھٹی کے بعد اساتذہ کی خدمت کرتے اور ان سے درس اخلاقیات لیتے۔ شام کو گھر آتے تو رات بھر عبادت کا شغل جاری رکھتے۔ جب کثرت شبِ بیداری حد سے تجاوز کر گئی تو مادرِ مشفق نے محسوس کیا کہ عابد بیٹے کی صحت روز بروز گرتی جا رہی ہے، تو منع کیا کہ اس میں کمی کرو، لیکن بدستور وہی حالت دیکھ کر ماں نے کثرتِ عبادت کم کرنے پر اصرار کیا، تو آپ نے کہا

> کہ اماں اگر مجھے حقیقی آرام دینا چاہتی ہیں تو شب بیداری سے منع نہ فرمائیں۔ اس ریاضت و عبادت سے مجھے جب اس فانی زندگی میں آرام ملتا ہے تو میں یقین کرتا ہوں کہ آئندہ زندگی میں بھی حقیقی آرام میسر آجائے گا۔(۳۲)

آپ حالتِ بیماری میں بھی نماز پڑھتے تھے، جیسا کہ مولانا محمد یوسف صاحب کے نام مکتوب سے اندازہ ہوتا ہے۔

الحمد للہ اب مجھے نسبتاً بہت افاقہ ہے۔ گھر میں کچھ چل پھر سکتا ہوں، مگر قضاء حاجت وغیرہ احوال میں معذوری باقی ہے۔ نماز بیٹھ کر پڑھتا ہوں، وضو بھی خود کرنا مشکل ہے۔(۳۳)

ظاہر و باطن کی یکسانیت

ایک عالمِ دین کے لیے ضروری ہے کہ اس کا ظاہر اور باطن یکساں ہو۔ مولانا شبیر احمد عثمانی میں یہ وصف بدرجہ اتم موجود تھا، جیسا کہ قاری محمد طیب بیان کرتے ہیں:

اخلاقی طور پر آپ میں ایک خاص وصف یہ تھا جو بہت ہی اونچا تھا کہ ظاہر و باطن میں یکسانیت تھی۔ وہ اپنے قلبی جذبات کے چھپانے یا ان کے بر خلاف اظہار پر قدرت نہ رکھتے تھے۔ اگر کسی سے خوش ہیں تو ظاہر و باطن خوش اور اگر کسی سے ناراض ہیں، تو علانیہ اس کا اظہار ان کے چہرے سے ہو جاتا تھا اور کہہ بھی دیتے تھے۔(۳۴)

تقویٰ و خشیتِ الٰہی

مولانا علم و فضل کے ساتھ ساتھ تقویٰ اور خشیتِ الٰہی میں بھی اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ انوار الحسن انور قاسمی آپ کی شانِ تقویٰ کے حوالے سے لکھتے ہیں :

مفسر یا فقیہ و مفتی کے لیے کسی تفسیر کرنے یا فتویٰ کے صادر کرنے سے پہلے محتاط اقدام کی ضرورت ہے اور یہ احتیاط تقویٰ کے بغیر ناممکن ہے۔ مولانا صاحب اس قسم کے تقویٰ سے یقیناً متصف ہیں۔ وہ آیاتِ رحمت پر امید سے اور آیاتِ عذاب پر خوف سے لبریز معلوم ہوتے ہیں، جن سے ان کے ذاتی اور قلبی کریکٹر کا پتہ چلتا ہے۔(۳۵)

مولانا سید احمد اکبر آبادی مولانا عثمانی کے متعلق فرماتے ہیں:

نماز انتہائی خشوع و خضوع سے پڑھتے تھے۔ خشیۃ اللہ و شرم و حیا کا پیکر تھے۔ قلب نہایت نازک اور رقیق پایا تھا۔(۳۶)

سید سلیمان ندوی مولانا عثمانی کے تقویٰ کی بابت بیان کرتے ہیں:

> ایک اور دفعہ اسی زمانہ (۱۹۱۶ء یا ۱۹۱۷ء) میں وہ (مولانا شبیر احمد صاحب) اعظم گڑھ آئے، ٹھہرے کہیں اور جگہ تھے۔ مجھ سے ملنے آئے، میں نے چائے پیش کی تو پینے سے انکار کیا۔ انکار کی وجہ نہ معلوم ہوئی، مگر بعد کو خیال آیا تو قیاس ہوا کہ چائے کی پیالیاں، جو جاپانی تھیں، ان پر

> جانوروں کی تصویریں بنی تھیں۔ اس لیے ان میں پینے سے انکار کیا، بہر حال اس سے ان کے تقویٰ اور بزرگوں کی صحبت کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔(۳۷)

مولانا کے خوف و تقویٰ کا اظہار اس سے ہوتا ہے کہ آیتِ مبارکہ:

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ۔ (۳۸)

کی تفسیر میں فرمانے لگے:

> اے اللہ! نوح (علیہ السلام) کی دعا کی برکت سے اس بندہ عاصی و خاطی کو بھی اپنی رحمت و کرم سے مغفور کر کے بدون تعذیب دنیوی و اخروی اپنی رضاء و کرامت کے محل میں پہنچائیے۔(۳۹)

مولانا عثمانی کو اپنی مادرِ علمی یعنی دارالعلوم دیوبند سے غیر معمولی وابستگی تھی۔ آپ نے وہاں اٹھارہ برس تدریس کے فرائض سرانجام دیئے، مگر برائے نام تنخواہ لی۔ اس ضمن میں موصوف رقمطراز ہیں:

> مجھے خوفِ الٰہی ہے اگر میں ان دنوں کی تنخواہ لے لوں، جن میں دارالعلوم سے غیر حاضر رہتا ہوں یا پوری توجہ اور انہماک سے ایک یا زیادہ دفعہ اپنے فرائض مکمل طور سے ادا نہ کر سکوں تو کہیں قیامت کو مجھ سے مؤاخذہ نہ ہو۔(۴۰)

اس سے مولانا عثمانی کی خشیتِ الٰہی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

قلبی استغناء اور کیفیت ناز

مولانا عثمانی کو اللہ تعالیٰ نے قلبی استغناء سے بھی نوازا تھا۔ قاری محمد طیب آپ کی اس صفت کا اعتراف یوں کرتے ہیں:

علم کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ خاص وصف عطا فرمایا تھا جس نے ان کی بڑائی دلوں میں بٹھا دی تھی۔ قلبی طور پر استغناء اور ناز کی کیفیت کا غلبہ زیادہ تھا۔ کام کے سلسلے میں جب تک دوسروں کی طرف سے طلب اور کافی طلب ظاہر نہ ہوتی تھی، متوجہ نہیں ہوتے تھے۔(۴۱)

حق گوئی و بے باکی

مولانا عثمانی حق گوئی کی صفت سے متصف تھے۔ آپ نے اپنی تمام زندگی سچ بولا اور حق کا ساتھ دیا۔ انوار الحسن انور قاسمی مولانا کی سیرت کے اس پہلو کو یوں بیان کرتے ہیں:

> علامہ کا نام نامی علماء حق کی فہرست میں بے ساختہ اور بلا توقف اپنا مقام حاصل کر چکا ہے جب کہ ان کی حق گو زبان شاہ حجاز ابن سعود اور نظام دکن جیسے مقتدر اور جلیل المرتبت سلاطین کے درباروں میں حق گوئی سے باز نہ رہ سکی۔ وہ سیاستدان لیڈروں، علماء کرام، وزراء اور امراء کی مجالس

> میں کبھی بھی حق کہنے سے خاموش نہیں رہے۔۔۔ بلکہ جہاں علماء ربانی کی مصلحتیں بعض امور میں سہل انگاری اور ظاہری دور اندیشی پر مائل ہو جاتی تھیں، وہاں بھی مولانا شبیر احمد عثمانی حق فرمانے سے نہ رکتے تھے اور نہ جھجکتے تھے۔(۴۲)

مولانا سعید احمد اکبر آبادی اپنے مقالہ نظرات میں لکھتے ہیں:

> (حضرت عثمانی) حق بات کہنے میں ہمیشہ بے باک اور نڈر تھے اور ہر معاملہ پر اپنی رائے صفائی اور آزادی کے ساتھ پیش کرتے تھے۔(۴۳)

مولانا صاحب کی بے باکی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ لاہور میں ۱۹۲۱ء میں مولانا ابو الکلام آزاد کی زیرِ صدارت منعقد ہونے والے جمعیۃ العلماء ہند کے سالانہ اجلاس میں ہندو مسلم اتحاد کو بر قرار رکھنے اور ہندوؤں کی خوشنودی کے پیشِ نظر گائے کی قربانی کو ترک کرنے کی پر زور تائید کی گئی۔ مولانا عثمانی صاحب اس وقت اُٹھے اور تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

> آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ازواجِ مطہرات کے کہنے پر شہد کھانے سے اجتناب کرنے کا ارادہ ہی ظاہر فرمایا تھا، حالانکہ شہد کے نہ صرف حلال ہونے بلکہ پاکیزہ اور شفا ہونے کا قرآن کریم میں شد و مد سے ذکر آیا ہے، تو اس پر خدائے قدوس کی بار گاہ سے فوراً وحی ہوئی: **يَاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِىْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ** اے نبی ﷺ اللہ نے جس چیز کو آپ کے لیے حلال کیا ہے، اس کو کیوں حرام کرتے ہیں، اپنی ازواج کی خوشنودیاں آپ کو مطلوب ہیں۔ اس آیت کو پڑھ کر محقق عثمانی نے قوم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کسی چیز کے خود حلال و حرام کرنے کا اختیار نہ تھا تو کسی کو یہ حق کب پہنچتا ہے کہ وہ اسلامی شعائر میں غیر مسلموں کی خوشنودی کے لیے کتر بیونت اور حلال سے ممانعت کی تلقین کرے۔(۴۴)

بزرگوں کا ادب و احترام

علامہ عثمانی بزرگوں کے ساتھ ادب و احترام سے پیش آیا کرتے تھے۔ قاری محمد طیب مولانا کے اس اخلاق حسنہ کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں:

> حضرت علامہ کا ایک وصف یہ بھی میں نے بارہا دیکھا کہ ان کے بڑوں نے اگر بھری مجلس میں بھی انہیں تہدید آمیز لہجے سے کوئی بات کہی تو کبھی اُف نہیں کرتے تھے۔ اگر بات ان کے نزدیک قابل تسلیم نہ ہوتی، تب بھی اپنے اکابر کے حقوق کی رعایت روا فرماتے تھے۔(۴۵)

جذبہ حب الوطنی

شبیر احمد عثمانی کو اسلام اور پاکستان سے والہانہ محبت تھی۔ تحریکِ پاکستان میں آپ قائداعظم محمد علی جناح کے دست راست تھے۔ علامہ عثمانی نے جمعیۃ علماء ہند سے علیحدگی کے بعد جب جمعیۃ علمائے اسلام کی صدارت قبول کی، تو کانگریسی علماء آپ کے سخت مخالف ہو گئے۔ آپ کی شہرت اور اثر و رسوخ سے ان کے دلوں میں مخالفت کی آتشِ حسد بھڑک رہی تھی۔ انہوں نے آپ کو جمعیۃ علمائے اسلام کی صدارت سے دور رکھنے اور مسلم لیگ اور اس کے قائد سے متنفر کرنے کی انتھک کاوشیں کیں، لیکن وہ اپنی تمام تر کاوشوں میں ناکام رہے اور علامہ عثمانی پہلے سے کہیں زیادہ مسلم لیگ اور تحریکِ پاکستان کی حمایت کرنے لگے، نتیجتاً آپ کو خطوط کے ذریعے قتل کی دھمکیاں ملنے لگیں، لیکن آپ نے ان دھمکیوں کی مطلق کوئی پرواہ نہ کی، چنانچہ آپ نے جمعیۃ علمائے اسلام کانفرنس لاہور اور شاہی مسجد لاہور میں دورانِ تقریر ان تہدید آمیز خطوط کا ذکر کرتے ہوئے سامعین سے فرمایا:

> بھائیو! اگر میں اسلام اور پاکستان کے راستے میں قتل کر دیا جاؤں، تو اللہ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ میری نعش کسی حالت میں بھی ہندوستان نہ بھیجنا، بلکہ مجھے ہر حالت میں قلبِ پاکستان میں دفن کر دینا، کیونکہ پاکستان کی سرزمین ہندوستان کے مقابلے میں مقدس و مطہر ہو گی۔ (۴۶)

اسی طرح ثروت صولت لکھتی ہیں:

> علامہ کو پاکستان سے بے حد محبت اور عشق تھا۔ چنانچہ جب لاہور کے ایک جلسہ میں ان کو اطلاع ملی کہ کچھ لوگ آپ کو قتل کرنا چاہتے ہیں تو آپ نے اعلان فرمایا کہ: اگر میں خدا کی راہ میں مارا گیا تو میری لاش ہندوستان نہ لے جانا بلکہ مجھے پاکستان کے قلب میں دفن کر دینا۔ (۴۷)

پروفیسر سعید احمد نے بھی اپنی کتاب میں مولانا عثمانی کی اس خواہش کا ذکر کیا ہے۔ (۴۸)

عفو و درگزر

عفو و درگزر سے کام لینا مولانا عثمانی کا ایک خاص وصف تھا۔ وہ خود بھی عفو و درگزر سے کام لیتے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کیا کرتے تھے، جیسا کہ مولانا نے اپنے ایک مکتوب میں اپنے بھائی بابو فضل حق کو انتقام نہ لینے، کسی برائی میں حصہ نہ لینے اور خدا سے اپنا معاملہ صاف رکھنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

> جو کچھ ہمارے دشمن غیظ میں تم پر کاروائی کرنا چاہتے ہیں، انشاء اللہ العزیز کچھ نہ کر سکیں گے، گھبراؤ نہیں۔ میری طرح اپنے آپ کو ہمیشہ علیحدہ رکھو۔ ان کو جی بھر کر ظلم کر لینے دو۔ مجھ کو پورا

> یقین ہے کہ جلد یا بدیر ظلم اور قطع رحمی کی سزا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے موافق آخرت سے پہلے دنیا میں بھگتنا پڑتی ہے۔ تم صبر کرو۔ کسی برائی یا انتقام میں حصہ نہ لو۔ صبح وشام سات سات مرتبہ حسبی اللہ لا الہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم اور سات سات مرتبہ لا الہ الا اللہ العظیم الحلیم لا الہ الا اللہ رب العرش العظیم لا الہ الا اللہ رب السموت ورب الارض ورب العرش الکریم پڑھ کر حق تعالیٰ سے اپنی حفاظت کی دعا کیا کرو۔ خدا سے اپنا معاملہ صاف رکھو پھر کچھ پرواہ نہیں۔ (۴۹)

عاجزی وانکساری

مولانا صاحب عاجزی و انکساری کا پیکر تھے، غرور و تکبر سے کوسوں دور تھے۔ ان کا یہ وصف ان کے مکتوبات سے بھی عیاں ہوتا ہے۔

مولانا محمد یوسف بنوری ۱۳۵۶ ہجری میں حرمین شریفین کی زیارت کے لیے گئے تھے۔ علامہ صاحب نے ان کے قیامِ مدینہ کے دوران ۲۸ ذی الحجہ کو انہیں مکتوب لکھا، جس سے مولانا عثمانی کی عاجزی و انکساری معلوم ہوتی ہے۔ متعلقہ حصہ دیکھیے:

> اللہ جل شانہ کا شکر ہے کہ آپ صاحبوں کو ایک افضل ترین نعمت سے بہرہ اندوز فرمایا۔ امید ہے ہمارا عریضہ پہنچنے تک آپ مدینہ طیبہ کی پاک وصاف ہوا میں وہاں کی برکات اور فیوض سے متمتع ہو رہے ہوں گے۔۔۔ اس سیاہ و گناہگار کو بھی برائے خدا یاد رکھنا۔ مولانا سراج احمد صاحب مرحوم جا چکے۔ خدا جانے اپنا نمبر کب آجائے۔ بالکل خالی ہاتھ ہوں۔ اگر کوئی حق تھوڑا بہت اپنی سعادت سے سمجھو تو ایک مرتبہ پورے تضرع کے ساتھ اس بارگاہ عالی میں حاضر ہو کر اتحاف صلوۃ وسلام کے بعد میرے لیے دعا کر دینا۔ اللہ خاتمہ ایمان پر اور اپنی خوشنودی پر کر دے اور دنیا و آخرت کی رسوائی سے بچائے۔ (۵۰)

علامہ عثمانی نے ۱۳۵۷ ہجری میں فتح الملہم شرح صحیح مسلم قاہرہ کے عظیم المرتبت عالم اور بلند پایہ مصنف شیخ زاہد الکوثری کو بھیجی۔ علامہ کوثری، مولانا عثمانی کی اس تحقیقی کاوش سے بہت متاثر ہوئے اور انہوں نے شبیر صاحب کو ایک خط لکھا اور فتح الملہم پر ایک تقریظ بھی تحریر کی، جس میں انہوں نے مولانا عثمانی کے علم و فضل اور اس علمی کاوش کو سراہا۔ مولانا شبیر صاحب نے جواباً علامہ زاہد الکوثری کو ایک خط لکھا۔ اس مکتوب سے بھی علامہ صاحب کی عاجزی وانکساری جھلکتی ہے۔ متعلقہ عبارت ملاحظہ کیجئے:

وبعد الحمد والصلوة فقد تشرفت بمکتوبکم السامی و سررت بمطالعته جداً کیف لا وھو مشتمل علی کلمات طیبة مبارکة من عالم متبحرا ناقد نافذ البصیرة عدیم النظیر فی عصرہ قد قرّظ بھا کتابی فتح الملہم بعد ما دقق النظر فیه۔ فواللہ قد حصل لی به سرور وابتھاج عظیم لم یحصل لی قط من تقریظ احد من العلماء بعد الشیخ العلامة الانور قدس اللہ روحه۔۔۔ وما کنت اظن ان عملی ھذا یقع ھذا الموقع من القبول عند امثالکم من الفضلاء المتبحرین۔ ولکن ذالک فضل من اللہ تفضل به علی العبد المذنب الحقیر فله الحمد والمنة والمرجو من حضرة الشیخ اذا اطلع علی خطأ او غلط فی ھذا الکتاب ولا بد ان یصححه ویصلحه ویعلمنی به حتی اتوقاہ فی الطبعة الثانیة ان شاء اللہ تعالیٰ ولکم منی جزیل الشکر۔ (۵۱)

حمد ودرود کے بعد آپ کے مکتوبِ گرامی سے مشرف ہوا اور اس کو پڑھ کر بے حد مسرور ہوا اور کیوں نہ ہوتا کہ وہ بابرکت مضمون پر مشتمل تھا، جو ایسے جید عالم وناقد صاحب بصیرت کی طرف سے تھا، جو اپنے زمانے میں بے نظیر ہے اور جنہوں نے دقتِ نظر کے بعد میری کتاب فتح الملہم پر تقریظ لکھی ہے۔ خدا کی قسم مجھے اس تقریظ سے ایسی مسرت اور خوشی حاصل ہوئی ہے، جو مجھے علامہ انور شاہ قدس روحہ کے بعد علماء میں سے کسی کی تقریظ پر وہ خوشی حاصل نہیں ہوئی۔۔۔ مجھے اپنی اس علمی کوشش کے متعلق یہ گمان بھی نہ تھا کہ آپ جیسے متبحر علماء کی نظروں میں قبولیت کا مقام حاصل کرے گی۔ ہاں یہ تو محض اللہ کا فضل ہے جو اس حقیر گناہ گار بندے کو اس کی وجہ سے فضیلت بخشی۔ اس لیے اس کی حمد اور احسان ہے اور میں آنجناب جیسے شیخ سے امید کرتا ہوں کہ اس کتاب میں اگر کوئی غلطی اور بھول چوک پائیں تو اس کی تصحیح اور اصلاح فرمادیں اور اس کی اطلاع دیں تاکہ طباعت ثانیہ میں اس سے بچا جاسکے، انشاءاللہ تعالیٰ۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔ (۵۲)

منشی عبدالرحمن آپ کی عاجزانہ روش کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

مرحوم گو مستقل طور پر پاکستان چلے گئے تھے مگر تعجب ہو گا کہ انہوں نے نہ تو اپنا کوئی خاص گھر بنایا، نہ کسی کی ذاتی کوٹھی پر قبضہ کیا، بلکہ بعض عقیدت مند اور اہلِ ثروت کے مکان میں رہے اور اس مسافرت میں اس مسافر نے اپنی زندگی بسر کردی۔ (۵۳)

علمی مقام ومرتبہ

شیخ الاسلام ایک علمی شخصیت تھے۔ مفتی محمد شفیع آپ کی علمیت کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے:

> حضرت علامہ عثمانی علم و فضل کا پہاڑ تھے۔ (۵۴)

آپ کے مفسر، محدث، فقیہہ، متکلم اور سیاستدان ہونے کا ثبوت اکابر علمائے کرام کی آراء کی روشنی میں پیش کیا جارہا ہے۔

مولانا عثمانی بحیثیت مفسر

صاحب فتح الملہم ایک بلند پایہ مفسر تھے۔ مولانا انور شاہ صاحب آپ کی تفسیر عثمانی کی بابت بیان کرتے ہیں:

> مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی نے تفسیر قرآن حکیم لکھ کر دنیائے اسلام پر بڑا احسان کیا ہے۔ (۵۵)

مولانا حسین احمد صاحب فرماتے ہیں:

> قدرت کریمہ نے مولانا شبیر احمد صاحب موصوف کی توجہ تکمیل فوائد اور ازالہ معلقات کی طرف منعطف فرما کر تمام عالم اسلامی اور بالخصوص اہلِ ہند کے لیے عدیم النظر حجت بالغہ قائم کر دی ہے، یقیناً مولانا نے بہت سی ضخیم تفسیروں سے مستغنی کر کے سمندروں کو کوزے میں بھر دیا ہے۔ (۵۶)

سید سلیمان ندوی اس ضمن میں فرماتے ہیں:

> موصوف کے مضامین اور چھوٹے رسالے تو متعدد ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کے تصنیفی اور علمی کمال کا نمونہ اردو میں ان کے قرآنی حواشی ہیں، جو حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے ترجمہ قرآن کے ساتھ چھپے ہیں۔ ان حواشی سے مرحوم کی قرآن فہمی اور تفسیروں پر عبور اور عوام کے دلنشین کرنے کے لیے ان کی قوتِ تفہیم حدِ بیان سے بالا ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ ان کے ان حواشی سے مسلمانوں کو بڑا فائدہ پہنچا ہے۔ (۵۷)

شبیر احمد عثمانی صاحب کی حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی سے ان کی وفات سے پہلے حالتِ مرض میں ملاقات ہوئی، تو حکیم الامت نے فرمایا:

> میں نے اپنا تمام کتب خانہ وقف کر دیا ہے، البتہ دو چیزیں جن کو میں محبوب سمجھتا ہوں، اپنے پاس رکھ لی ہیں۔ ایک تو آپ کی تفسیر والا قرآن شریف اور دوسری کتاب جمع الفوائد۔ (۵۸)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اشرف علی تھانوی صاحب کے ہاں شبیر احمد عثمانی صاحب کی تفسیر کتنی قدر و منزلت کی حامل تھی۔

مولانا ظفر علی خان عثمانی صاحب کی تفسیرانہ بصیرت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> وہ (مولانا شبیر احمد صاحب) ان چند علماء کرام میں سے تھے، جو کتاب اللہ کے حقائق و معارف پر بالغانہ نظر رکھتے تھے، جن میں شاہ عبد العزیز، شاہ ولی اللہ اور مولانا محمود حسن کے بعد قرآن دانی، قرآن فہمی کی پوری صلاحیت تھی۔ (۵۹)

مولانا عثمانی بحیثیت محدث

فنِ حدیث میں عثمانی صاحب کا مقام اعلیٰ و ارفع ہے۔ آپ اپنے زمانہ کے بلند پایہ محدث تھے۔ آپ نے دار العلوم دیوبند اور جامعہ ڈابھیل میں ایک عرصہ تک بحیثیت شیخ الحدیث تدریسی فرائض سرانجام دیئے۔ اس شعبہ میں آپ کی گراں قدر خدمت فتح الملہم شرح صحیح مسلم ہے۔ ۱۳۳۳ہجری کی روائداد میں علمِ حدیث میں آپ کی مہارت کا ذکر یوں کیا گیا ہے:

> مولوی شبیر احمد صاحب دیوبندی موخر طبقہ کے اصحاب میں سے ہیں اور ماشاء اللہ نوجوان اہل علم میں سے ہیں۔ جن کو علوم اکابر کا حامل قرار دیا جائے۔ تمام علوم معقول و منقول میں کامل استعداد رکھتے ہیں۔ تقریر و تحریر میں بے مثل ہیں، خصوصاً علم حدیث میں ایسا ملکہ ہے جو معمر اور تجربہ کار مشائخ حدیث کو ہوتا ہے۔(٦٠)

مولانا محمد انور شاہ صاحب فتح الملہم کے محدث ہونے کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

> **لاجرم علامہ عصر خود مولانا مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی کہ محدث و مفسر و متکلم این عصر اند، و در علم این احق ہیچ کس خدمت ایں کتاب بہتر و برتر از ایشان نتانستے کرد متوجہ ایں خدمت شدہ منت بر رقاب اہل علم نھاوند۔(٦١)**
>
> یقیناً اپنے زمانہ کے علامہ مولانا مولوی محمد شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی اس زمانہ کے محدث، مفسر و متکلم ہیں اور احقر کے علم میں کوئی شخص اس کتاب (صحیح مسلم) کی خدمت ان سے زیادہ بہتر اور برتر نہ کر سکا۔ اس خدمت کی طرف متوجہ ہو کر انہوں نے اہلِ علم کی گردن پر احسان کیا۔

اسی طرح علامہ زاہد الکوثری نے بھی عثمانی صاحب کو مختلف علوم کا جامع، محقق العصر، مفسر اور محدث قرار دیا ہے۔(٦٢)

مولانا عثمانی کی فقیہانہ بصیرت

مولانا صاحب مفسر و محدث ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بلند پایہ فقیہہ بھی تھے۔ آپ کو فقہ میں دسترس حاصل تھی جیسا کہ انوار الحسن انور قاسمی اسی سیاق میں لکھتے ہیں:

> علمائے اہل نظر میں جب فقہی وقتیہ مسائل اور ان کے عہد کے ہنگامی نظریوں کا سوال پیش آتا تو ان کا تفقہ اور فقہی معلومات کا دریا ٹھاٹھیں مارتا نظر آتا تھا۔ فقہی مسائل کو اس طرح پیش فرماتے کہ دل کی تہوں میں پیوست ہوتے چلے جاتے اور دماغ کے پردوں کو صاف اور روشن کرتے جاتے

> تھے۔ جب کبھی ہنگامی دور کے نازک تقاضے امت مسلمہ کے لیے شرعی احکام کی تشنگی محسوس کرتے تو مولانا کی طرف نظر اُٹھاتے۔ آپ ان کے اشاروں کو سمجھتے، سوچتے، غور کرتے، قرآن و سنت کی کسوٹی پر پرکھتے اور پورے غور و خوض نقد و فکر کے بعد جب کہ ظاہری تحقیق و تدقیق کے فیصلے باطن کی نگاہوں کے ساتھ نگاہیں ملا کر شفائے قلبی کے ساتھ متفق ہو جاتے تو مولانا اس پر اڑ جاتے اور پھر ان کی قوتِ علمی، قوتِ فیصلہ، قوتِ استدلال کے سامنے جو مخالف دوسرا نظریہ لے کر آتا، اس کو پسپا ہونا پڑتا تھا۔ (٦٣)

علامہ زاہد الکوثری مولانا عثمانی کی فقہی بصیرت کا اعتراف یوں کرتے ہیں:

> وله نزاهة بالغة فى ردوده على المخالفين من أهل الفقه والحديث۔ (٦٤)

قاری محمد طیب اس ضمن میں بیان کرتے ہیں:

> جماعت علماء میں حضرت علامہ عثمانی نہ صرف ایک بہترین عالم تھے بلکہ صاحب الرائے مفکر بھی تھے۔ آپ کا فہم و فراست اور فقہ نفیس اور بے نظیر تھا۔ آپ اس علمی ذوق کے امین تھے جو اکابرِ دار العلوم سے بطور وراثت آپ کو ملا تھا۔ (٦٥)

مولانا عثمانی کی متکلمانہ شان

مولانا شبیر احمد عثمانی کی ایک نمایاں خوبی یہ ہے کہ آپ مفسر، محدث اور فقیہہ ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین متکلم بھی تھے، جیسا کہ انوار الحسن قاسمی لکھتے ہیں:

> مرحوم کو علم کلام میں خصوصی ذوق حاصل تھا۔ ان کی ذہنی ساخت معقولات یعنی فلسفہ، منطق اور علم الکلام کے لیے ارتقائی مقام رکھتی تھی۔ طالب علمی کے زمانہ ہی سے معقولات سے بہت زیادہ مناسبت تھی اور اس وقت آپ اپنے ہم سبقوں کو منطق وغیرہ کی کتابیں پڑھایا کرتے تھے یا تکرار کرایا کرتے تھے۔ حتی کہ منطق و فلسفہ کے اس انہماک کو دیکھ کر مولانا حبیب الرحمن صاحب عثمانی مرحوم نے آپ کو تفسیر و حدیث اور فقہ کی طرف مائل کیا۔ غرضیکہ اگر ایک طرف قرآن کریم کے بہترین مفسر اور علم حدیث میں مہارت کے باعث اعلیٰ پایہ کے محدث اور فقہ میں دسترس کے باعث بلند مقام فقیہہ تھے، تو دوسری طرف علم منطق و فلسفہ اور علم کلام میں پوری بصیرت کے باعث منطقی، فلسفی اور بہترین متکلم تھے، حالانکہ معقولات اور منقولات دونوں طرح کے علوم پر حاوی اور جامع شاذ و نادر ہی ہستیاں ہوتی ہیں۔ (٦٦)

عبدالرشید ارشد مولانا عثمانی کو مولانا محمد قاسم (اپنے زمانے کے امام علم الکلام) کے جانشین قرار دیتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

> مولانا رومی اور مولانا محمد قاسم کی طرح علامہ شبیر احمد مرحوم حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کی زبان تھے، اور اس لیے اگر ان کو جانشین قاسم کہا جائے تو بالکل بجا اور درست ہے۔ (٦٧)

مولانا عثمانی بحیثیت سیاستدان

آپ مفسر، محدث، فقیہہ، متکلم اور مقرر و خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم سیاستدان بھی تھے۔ آپ نے جنگِ بلقان میں ترکوں کی مالی اور اخلاقی مدد کے لیے عظیم خدمات سرانجام دیں۔ جمعیۃ الانصار میں آپ کی ولولہ انگیز تقریروں نے مسلم قوم کو جوش و جذبہ عطا کیا۔ تحریکِ خلافت اور تحریکِ ترکِ موالات میں آپ نے مذہبی جوش و خروش سے حصہ لیا۔ جمعیۃ العلماء ہند کی تحریک میں بھی آپ نے سرگرم حصہ لیا، لیکن جب آپ نے محسوس کیا کہ جمعیۃ العلماء ہند، جمعیۃ العلماء کانگرس بن چکی ہے، تو آپ اس سے علیحدہ ہوگئے اور جمعیۃ العلماء اسلام کی بنیاد ڈالی اور اس تحریک کے صدر منتخب ہوئے۔ آپ نے دو قومی نظریہ، مسلم لیگ اور قائداعظم محمد علی جناح کی بھرپور تائید کی اور جمعیۃ العلماء ہند کے فتوؤں کا قرآن و شریعت کی روشنی میں جواب دیا۔ مرکزی اور صوبائی اسمبلی کے الیکشن میں آپ نے مسلم لیگ کی کامیابی کے لیے اہم کردار ادا کیا۔ سرحد ریفرنڈم میں کامیابی کا سہرا علامہ عثمانی ہی کے سر رہا۔ (٦٨) ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کے موقع پر پاکستان کا پرچم لہرانے کا اعزاز علامہ شبیر عثمانی اور علامہ ظفر احمد عثمانی کو بخشا گیا۔ (٦٩)

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی سابق نائب وزیر داخلہ و نشریات پاکستان نے علامہ عثمانی کی وفات پر اپنی نشری تقریر میں فرمایا:

> مجھے بعض ملی مسائل پر غور و خوض کے سلسلے میں علامہ عثمانی کی خدمت میں باریابی کا شرف حاصل ہوا اور دستور بنانے کے سلسلہ میں بھی مجلس دستور ساز کے اندر اور اس کے باہر تبادلہ خیالات کا موقع ملا جس سے مجھے معلوم ہوا کہ مولانا نہ صرف علمِ دین اور علومِ شرقی میں تبحر رکھتے تھے بلکہ سیاسی مسائل کو بھی سمجھنے میں دقت نظر اور وسعت فکر کے حامل تھے۔ مصالح ملکی اور امور دین کا وہ صحیح امتزاج جو اسلام کی خصوصیت ہے۔ مولانا کے قول و فکر میں نمایاں تھا۔ (٧٠)

پاکستان کے سابق وزیر اعظم حسین شہید سہروردی نے مولانا شبیر احمد کے سیاستدان ہونے کا اعتراف یوں کیا ہے:

> مولانا کی شخصیت زہد و تقویٰ، علمی فضیلت اور سیاسی بصیرت کا اجتماع تھی۔ وہ علوم دینیہ اور قانون شرعیہ کے متبحر عالم تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ انہیں جدید رجحانات کا بدرجہ اتم احساس تھا۔ وہ واحد انسان تھے

> جو موجودہ زمانے کے تقاضوں اور الجھنوں کا اسلامی افکار کی روشنی میں حل بتا سکتے تھے۔ انہوں نے اسلامیانِ ہند کی جس انداز میں قیادت اور رہنمائی کی اسے کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔(۷۱)

سید محبوب رضوی مولانا عثمانی کے سیاسی اثر ورسوخ کے بارے میں رقمطراز ہیں:

> پاکستان کی سیاسیات میں جو انہیں اثر و رسوخ حاصل تھا اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ پاکستان دستور ساز اسمبلی میں مرحوم نواب زادہ لیاقت علی خان کی پیش کردہ قرار داد مقاصد، جس میں یہ یقین دہانی کی گئی تھی کہ پاکستان کے دستور کی بنیاد کتاب و سنت پر مبنی ہو گی، درحقیقت حضرت علامہ عثمانی کی بروقت توجہ فرمائی اور جدوجہد کا نتیجہ تھی۔(۷۲)

وفات

شبیر احمد عثمانی صاحب ۸ دسمبر ۱۹۴۹ء کو بہاولپور کے وزیرِ تعلیم کی دعوت پر جامعہ عباسیہ کا سنگ بنیاد رکھنے کے لیے بہاولپور تشریف لے گئے اور وہاں علالت کے باعث ۱۳ دسمبر ۱۹۴۹ کو خالقِ حقیقی سے جا ملے۔(۷۳) انوار الحسن شیر کوٹی اسی سیاق میں لکھتے ہیں:

> ۸ دسمبر ۱۹۴۹ء کو بہاولپور کے وزیر اعظم کی درخواست پر جامعہ کے افتتاح کے لیے تشریف لے گئے۔ ۱۳ دسمبر کی شب کو بخار ہوا، صبح کو طبیعت ٹھیک ہو گئی۔ نو بجے صبح پھر سینہ میں تکلیف محسوس ہوئی۔ سانس میں رکاوٹ ہونے لگی۔ تا آنکہ ۱۳ دسمبر ۱۹۴۹ء بمطابق ۲۱ صفر ۱۳۶۹ھ صبح بروز منگل گیارہ بج کر چالیس منٹ پر چونسٹھ سال ایک ماہ بارہ یوم کی عمر میں یہ آفتاب علم و فضل ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔(۷۴)

آپ کے شاگرد رشید حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی نے آپ کو غسل دیا۔(۷۵) ریاست کے ولی عہد کرنل عباسی، وزیر اعظم کرنل ڈرگ، جنرل آفیسر کمانڈنگ، جنرل گریوز اور ریاستی وزراء و حکام نے پورے اعزاز کے ساتھ آپ کی میت کو اسٹیشن پر پہنچایا، فوج نے مرحوم کو گارڈ آف آنر پیش کیا۔(۷۶) پھر آپ کی میت کو لکڑی کے تابوت میں بند کر کے کراچی لایا گیا۔(۷۷) دو لاکھ سے زائد مسلمانوں نے نمازہ جنازہ میں شرکت کی اور مفتی محمد شفیع نے نماز جنازہ پڑھائی۔(۷۸)

آپ کی وفات پر پوری اسلامی دنیا کی طرف سے حکومت پاکستان کو تعزیتی پیغامات ملے اور پورے ملک میں علامہ مرحوم کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی گئی۔ ۱۵ دسمبر ۱۹۴۹ء کو دار العلوم دیوبند مولانا عثمانی کے احترام میں بند رہا۔ نماز جنازہ اور فاتحہ خوانی کے بعد مولانا حسین احمد مدنی اور قاری محمد طیب نے علامہ کو خراج تحسین پیش کیا اور گورنر جنرل

پاکستان کو مہتمم دار العلوم کی جانب سے تعزیتی تار ارسال کیا گیا۔ لندن میں پاکستان ہائی کمشنر کے دفتر میں غائبانہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔ (۷۹)

پی ایچ۔ ڈی کی اعزازی ڈگری

آپ کی وفات کے بعد پنجاب یونیورسٹی لاہور میں بی۔ اے اور ایم۔ اے کی تقسیم اسناد کا جلسہ ہوا۔ آپ کی علمی و دینی اور ملی خدمات کے اعتراف میں گورنر پنجاب سردار عبد الرب نشتر نے انہیں "Doctor of Oriental Learning" کی اعزازی ڈگری پیش کی۔ (۸۰) اس جلسہ کی کاروائی کی رپورٹ اس طرح بیان کی گئی ہے:

۱۹ دسمبر ۱۹۴۹ء بروز پیر زیر صدارت سردار عبد الرب خان نشتر گورنر پنجاب یونیورسٹی پنجاب لاہور کی کانووکیشن (تقسیم اسناد) کا جلسہ ہوا۔ جلسہ کا آغاز قرآن کریم کی تلاوت سے ہوا۔ سب سے پہلے شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی مرحوم کو فاضل علوم شرقیہ (ڈاکٹر آف اورینٹل لرننگ) کی ڈگری دی گئی۔ رجسٹرار (یونیورسٹی) احترام کے طور پر کھڑے ہو گئے اور فاتحہ خوانی کے بعد ان کے لیے دعائے مغفرت کی گئی۔ (۸۱)

علامہ مشاہیر و علماء کی نظر میں

شیخ الاسلام کی وفات کے بعد پاکستان کے گوشہ گوشہ بلکہ بیرونِ ملک سے بھی تعزیتی پیغامات موصول ہوئے۔ جن میں علامہ عثمانی کی علمی، دینی، ملی اور سیاسی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے موصوف کی وفات کو ملتِ اسلامیہ کا عظیم الشان نقصان قرار دیا گیا۔ ذیل میں چند مشہور و معروف اربابِ حکومت اور اربابِ علم و فضل کے تاثرات بیان کیے جائیں گے جن سے شیخ الاسلام کی قدر و منزلت اور ان کی گراں قدر خدمات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

کفایت اللہ دہلوی مولانا عثمانی کے بارے میں لکھتے ہیں:

> مولانا عثمانی اپنے وقت کے بہت بڑے عالم، پاکباز، محدث، بہترین مفسر اور خوش بیان مقرر تھے۔ ان کی تقریر کے ایک ایک لفظ میں علم و عرفان کا سمندر موجزن تھا۔ (۸۲)

سعودیہ عربیہ کے سفیر متعینہ پاکستان سید عبد الحمید نے اپنے تعزیتی بیان میں فرمایا:

> مولانا شبیر احمد عثمانی کی موت نے مجھے رنج و غم کے سمندر میں غرق کر دیا ہے۔ مرحوم فی الحقیقت اس مشرقی علم و فضل کے ترجمان تھے، جو اسلامی دنیا کے لیے باعث فخر و مباہات ہیں۔ آپ اسلامی علوم اور عقائد کے پیکر تھے۔ علم و فضل کے علاوہ غیرتِ اسلامی، جہاد اور اسلامی روایات کو زندہ رکھنے کا جو جذبہ ان کے دل میں موجود تھا، اس کی وجہ سے ان کی عظمت بلند درجہ تک پہنچ چکی تھی اور ان صفات کی وجہ سے آپ عہد حاضر میں قطعی طور پر بے نظیر تھے۔ (۸۳)

لیاقت علی خان سابق وزیر اعظم پاکستان علامہ شبیر کی دل سے بہت قدر و منزلت کرتے تھے۔ علامہ کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے شہیدِ ملت نے فرمایا:

> موت کے بے رحم ہاتھوں نے ہم سے ایک متبحر عالم، ایک متقی انسان اور ایک سچے مسلمان کو جدا کر دیا اور ہمیں اسلامی معاشرے کی تنظیم و تشکیل میں ان کے گراں قدر مشوروں سے محروم کر دیا۔ اس وقت درماندہ انسانیت کی رہنمائی اور قیادت کے لیے ان کی سخت ضرورت تھی۔ مولانا مرحوم کی شخصیت علم اور وسیع النظری کا مجموعہ تھی۔ ان کی وفات ہمارے لیے نقصان عظیم ہے۔(۸۴)

مس فاطمہ جناح نے علامہ کو نذرِ عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا:

> وہ مسلم لیگ کے زبردست حامی تھے اور انہوں نے تقسیم سے پہلے اور بعد میں پاکستان کے مؤقف کے لیے گراں قدر خدمات سر انجام دیں۔(۸۵)

سابق نائب وزیرِ داخلہ و نشریات ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے شبیر احمد عثمانی کی رحلت پر اظہارِ تعزیت کرتے ہوئے فرمایا:

> مولانا شبیر احمد کی وفات سے قوم کو ایک زبردست دھچکا لگا ہے آپ کی وفات مسلمانانِ عالم کے لیے بالعموم اور اسلامیان پاکستان کے لیے ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔۔۔ مولانا عثمانی ایک آسمانی تحفہ تھے جو خدائے بزرگ و برتر نے ہمیں بخشا تھا اور آج ہم سے واپس لے لیا گیا۔(۸۶)

سردار عبدالرب نشتر سابق گورنر پنجاب نے اپنے تعزیتی بیان میں فرمایا :

> علامہ شبیر احمد عثمانی شیخ الاسلام پاکستان کی موت کی خبر سن کر ہمیں بہت دکھ ہوا ہے۔ وہ ہم سب کے بزرگ رہنما تھے۔ ان کی خدمات پاکستان اور اسلام کے لیے اتنی ہیں جنہیں کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔(۸۷)

سید سلیمان ندوی نے علامہ عثمانی کی خدمات کا اعتراف یوں کیا ہے:

> ایسے نادر روزگار صاحب کمال صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔۔۔ وہ اب دنیا میں نہیں، مگر ان کے کارنامے دنیا میں انشاء اللہ تعالیٰ حیات جاوید پائیں گے۔(۸۸)

سعید احمد اکبر آبادی عثمانی صاحب کی وفات پر اظہارِ تعزیت کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

> حضرت الاستاذ کا حادثۂ وفات ملتِ اسلامیہ کے جسم پر ایک ایسا زخم کاری ہے جو عرصہ تک مندمل نہیں ہو سکتا۔ اس حادثہ سے علم شریعت کی دیوار میں جو واشگاف پیدا ہو گیا ہے، وہ مدت تک بند

> نہیں کیا جا سکے گا۔ ان کا وجود اس عہد ضلالت و گمراہی میں اللہ کی رحمت کا ایک سایہ تھا، وہ شریعت مصطفوی کے ناموس اور دین قیم کی آبرو تھے۔ (۸۹)

الغرض شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی برصغیر کی نامور شخصیات، دار العلوم دیوبند کے مایہ ناز فضلاء اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے معتمد علیہ تلامذہ میں سے تھے۔ غیر معمولی ذکاوت و ذہانت کے حامل تھے۔ موصوف کو علومِ عقلیہ سے خاص ذوق تھا اور منطق، فلسفہ اور علم الکلام میں غیر معمولی دسترس حاصل تھی۔ آپ ایک بہت بڑے مفسر، جلیل القدر محدث، رفیع الشان فقیہہ، عظیم المرتبت متکلم، بہترین مقرر اور بلند پایہ سیاستدان تھے۔ آپ نے تمام زندگی اسلام، مسلمانوں اور ملک و ملت کی خدمت میں گزاری۔ عبادت و پرہیز گاری، ظاہر و باطن کی یکسانیت، تقویٰ و خشیت الٰہی، قلبی استغناء اور کیفیت ناز، حق گوئی و بے باکی، بزرگوں کا ادب و احترام، جذبہ حب الوطنی، عفوو در گزر اور عاجزی وانکساری آپ کی شخصیت کے چند نمایاں پہلو ہیں۔

حوالہ جات

(۱) الانبالوی، فیض و شفیق صدیقی، حیات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، ادارہ پاکستان، شناسی، لاہور، الطبعة الثانیة، ۲۰۰۲ء، ص:۱۹۶؛ عثمانی، شبیر احمد، القرآن الکریم المترجم المحشیٰ، دار التصنیف کراچی، ۱۹۷۵ء، ص: ۸۰۸؛ عبد الرشید ارشد، بیس بڑے مسلمان، مکتبہ رشیدیہ، لاہور، ص: ۵۴۵؛ اکابر علمائے دیوبند، ادارہ اسلامیات، لاہور، ۱۴۱۹ھ، ص:۹۴؛ ثروت صولت، تاریخ پاکستان کے بڑے لوگ، اتحاد پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۷۲ء، ص: ۲۰۹: ضیاء الرحمن فاروقی، دیوبند کی عہد ساز شخصیتیں، مجلة ماہنامہ الرشید ساہیوال، دیوبند نمبر، مارچ، اپریل، ۱۹۸۰، ص: ۲۵۱؛ مجلة برہان، دہلی، جنوری، ۱۹۵۰، ص: ۳؛ محبوب رضوی، تاریخ دیوبند، ادارہ تاریخ دیوبند، دہلی، س۔ن، ص:۱۷۶۔۱۷۷

(۲) تاریخ دار العلوم دیوبند، ادارہ اسلامیات، کراچی، لاہور، الطبعة الاولیٰ، ۲۰۰۵ء، ۲/ ۹۸

(۳) ماہنامہ الرشید، ساہیوال، تاریخ دار العلوم نمبر، مارچ، اپریل، ۱۹۸۰ء، ص:۲۵۱

(۴) مشاہیر علماء دیوبند، المکتبة العزیزیة، لاہور، الطبعة الاولیٰ، ۱۳۹۶ھ، ۱/ ۲۱۰

(۵) حیاتِ عثمانی، مکتبہ دار العلوم، کراچی، ۱۴۲۰ھ، ص:۲۹

(۶) شبیر احمد عثمانی، مقدمہ فتح الملہم بشرح صحیح الامام مسلم بن الحجاج القشیری، مطبعة دار العلوم کراچی، الطبعة الاولیٰ، ۱۴۰۹ھ، ۱/ ۳

(۷) کمالات عثمانی المعروف بہ تجلیات عثمانی، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، ۱۴۲۷ھ، ص:۳۵

(۸) حیات عثمانی، ص: ۲۹۔۳۰؛ مزید تفصیلات کے لیے دیکھئے: مقدمہ فتح الملہم، ۱/ ۳؛ محمد طیب، تاریخ دار العلوم دیوبند، ۲/ ۹۸؛ عبد الصمد صارم، حیات شبیر احمد عثمانی، پرنٹنگ پریس، لاہور، ص: ۵

(۹) حیات عثمانی، ص: ۳۴؛ حیات شیخ الاسلام، ص: ۱۹۷

(۱۰) حیات شیخ الاسلام، ص: ۱۲، ۱۱؛ مقدمہ فتح الملہم، ۱/ ۳؛ انوار الحسن انور قاسمی، تجلیات عثمانی، ص: ۴۱، ۵۷، ۵۲، ۵۹، ۷۵؛ مشاہیر علماء دیوبند، ۱/ ۲۰۹

(۱۱) حیاتِ عثمانی، ص: ۱۹۵۔۱۹۶

(۱۲) احاطہ دار العلوم میں بیتے ہوئے دن، مکتبۃ حمادیۃ، کراچی، س۔ن، ص: ۱۷۳

(۱۳) یادِ رفتگان، البدر پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۶ء، ص: ۳۰۹

(۱۴) حیات عثمانی، ص: ۵۵؛ مشاہیر علماء دیوبند، ۱/ ۲۱۰

(۱۵) حیاتِ عثمانی، ص: ۵۶

(۱۶) حیات شیخ الاسلام، ص: ۱۱۔۱۲

(۱۷) تجلیات عثمانی، ص: ۳۵؛ مشاہیر علماء دیوبند، ۱/ ۲۱۰؛ مقدمہ فتح الملہم، ۱/ ۴

(۱۸) حیات عثمانی، ص: ۶۰؛ تجلیات عثمانی، ص: ۳۵؛ بیس بڑے مسلمان، ص: ۵۴۵؛ اکابر علمائے دیوبند، ص: ۹۴۔۹۵

(۱۹) روئداد دار العلوم دیوبند، ۱۳۳۳ھ، ص: ۲۰

(۲۰) تجلیات عثمانی، ص: ۳۵؛ حیات عثمانی، ص: ۶۹؛ مقدمہ فتح الملہم، ۱/ ۴؛ بیس بڑے مسلمان، ص: ۵۴۶؛ حیات شیخ الاسلام، ص: ۱۹۹؛ مشاہیر علماء دیوبند، ۱/ ۲۱۰؛ تذکرہ و سوانح علامہ شبیر احمد عثمانی، اشاعت خاص ماہنامہ القاسم، مقالہ: اجمالی وسوانحی خاکہ، مقالہ نگار: جناب عبد الرشید عراقی، ص: ۱۴

(۲۱) اکابر علمائے دیوبند، ص: ۹۵؛ معارف اعظم گڑھ، اپریل ۱۹۵۰، جلد: ۶۵، عدد: ۴، ص: ۳۱۲

(۲۲) سیرت اشرف، ادارہ نشر المعارف چہلیک، ملتان، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۹۵۶ء، ص: ۶۳۶؛ مشاہیر علماء دیوبند، ۱/ ۲۱۳

(۲۳) حیات عثمانی، ص: ۹۱؛ تاریخ دار العلوم دیوبند، ۲/ ۹۹

(۲۴) ماخوذ از حیات عثمانی، ص: ۹۲۔۹۳

(۲۵) روئداد دار العلوم دیوبند، ۱۳۳۳ھ، ص: ۲۰

(۲۶) حیات عثمانی، ص:۹۴

(۲۷) حیات عثمانی، ص:۴۰۱؛ تجلیات عثمانی، ص:۳۵؛ اکابر علمائے دیوبند، ص:۹۵

(۲۸) تاریخ دار العلوم دیوبند، ۲/۹۹

(۲۹) ماخوذ از حیات عثمانی، ص:۴۲۰؛ تجلیات عثمانی، ص:۳۵؛ اکابر علمائے دیوبند، ص:۹۵؛ بیس بڑے مسلمان، ص:۵۵۱؛ مقدمہ فتح الملہم، ۱/۵؛ تاریخ دار العلوم دیوبند، ۲/۹۹؛ سید محمد میاں، علمائے حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے، جمیعۃ پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص:۳۲۸؛ ماہنامہ الرشید، تاریخ دار العلوم دیوبند نمبر، ۱۹۸۰ء، ص:۲۵۱

(۳۰) حیات عثمانی، ص: ۱۸۰۔۱۸۱؛ تجلیات عثمانی، ص: ۸۲۔۱۰۱؛ تاریخ دار العلوم دیوبند، ۲/۹۹؛ مقدمہ فتح الملہم، ۱/۷۔۱۰؛ بیس علمائے حق، ص: ۵۵۔۵۹؛ تاریخ دیوبند، ص: ۱۷۷۔۱۷۸؛ ماہنامہ الرشید، تاریخ دار العلوم دیوبند نمبر، ۱۹۸۰ء، ص:۲۵۲

(۳۱) تجلیات عثمانی، ص:۸۲۔۸۳

(۳۲) حیات شیخ الاسلام، ص:۱۹۸۔۱۹۹

(۳۳) انوار الحسن شیر کوٹی، انوار عثمانی، مکتبۃ دار العلوم کراچی، ۱۴۳۵ھ، ص:۱۵۷

(۳۴) دار العلوم دیوبند کی پچاس مثالی شخصیات، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، س۔ن، ص:۱۴۶

(۳۵) تجلیات عثمانی، ص:۱۱۷

(۳۶) ماہنامہ برہان، دہلی، جنوری، ۱۹۵۰ء، ص:۷

(۳۷) ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، اپریل، ۱۹۵۰ء، جلد:۶۵، عدد:۴، ص:۳۰۸

(۳۸) نوح، ۷۱:۲۸

(۳۹) القرآن الحکیم تفسیر شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، قدرت اللہ کمپنی، لاہور، س۔ن، ص:۸۰۲

(۴۰) حیاتِ شیخ الاسلام، ص:۲۰۸

(۴۱) دار العلوم دیوبند کی پچاس مثالی شخصیات، ص:۱۴۸

(۴۲) تجلیات عثمانی، ص:۶۳

(۴۳) ماہنامہ برہان، دہلی، جنوری، ۱۹۵۰ء، ص:۷

(۴۴) تجلیات عثمانی، ص:۶۵

(۴۵) دار العلوم دیوبند کی پچاس مثالی شخصیات، ص:۱۴۷

(۴۶) حیات شیخ الاسلام، ص:۲۳۴؛ اکبر شاہ بخاری، شیخ الاسلام پاکستان، قادر سنز، لاہور، ۱۹۹۲ء، ص: ۱۶۰-۱۶۱

(۴۷) تاریخ پاکستان کے بڑے لوگ، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۷۲ء، ص:۲۱۳

(۴۸) حصولِ پاکستان، ایجوکیشنل ایمپوریم، لاہور، ۱۹۷۵ء، ص:۲۷۵

(۴۹) انوار عثمانی، ص:۵۶-۵۷

(۵۰) انوار عثمانی، ص:۸۳-۸۴

(۵۱) المرجع السابق، ص:۱۰۶-۱۰۸

(۵۲) انوار عثمانی، ص:۱۰۸-۱۱۰

(۵۳) سیرت اشرف، ص:۶۳۵-۶۳۶

(۵۴) تقی عثمانی، البلاغ بیاد فقیہہ ملۃ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، مکتبۃ دار العلوم کراچی، ۱۴۲۶ھ، مقالۃ: حضرت کے شیوخ واکابر، مقالۃ نگار، تقی عثمانی، ۱/۲۸۲

(۵۵) تجلیات عثمانی، ص:۱۰۲-۱۰۳

(۵۶) المرجع السابق، ص:۱۰۳

(۵۷) معارف، اعظم گڑھ، اپریل، ۱۹۵۰، جلد:۶۵، عدد:۴، ص:۳۰۶-۳۰۷

(۵۸) تجلیات عثمانی، ص:۱۰۲

(۵۹) اخبار زمیندار، ۱۴دسمبر۱۹۴۹بحوالہ تجلیات عثمانی، ص:۱۰۴-۱۰۵

(۶۰) روئداد مدرسہ دار العلوم دیوبند، ۱۳۳۳ھ، ص:۲۰؛ ماہنامہ الرشید، دیوبند نمبر، مارچ، اپریل، ۱۹۸۰ء، ص: ۲۰۸

(۶۱) فتح الملہم بشرح صحیح مسلم، مطبعۃ بھاندۃ پردیس، جالندھر، ھند، س۔ن، ۳/۵۲۱؛ ماہنامہ، البلاغ، کراچی، ستمبر، اکتوبر، ۱۹۹۴، جلد:۲۹، شمارہ:۳/۴، ص:۷۸

(۶۲) فتح الملہم (مطبع بھاندۃ پردیس)، ۳/۵۲۰؛ ماہنامہ البلاغ، کراچی، ستمبر، اکتوبر، ۱۹۹۴، جلد:۲۹، شمارہ: ۳/۴، ص:۷۸

(۶۳) تجلیات عثمانی، ص:۳۱۹

(۶۴) فتح الملہم (مطبع بھاندۃ پردیس)، ۳/ ۵۲۰

(۶۵) اکابر علمائے دیوبند، ص: ۹۲

(۶۶) تجلیات عثمانی، ص: ۳۶۵

(۶۷) بیس بڑے مسلمان، ص: ۵۴۹

(۶۸) ماخوذ از ڈاکٹر علی ارشد، علامہ شبیر احمد عثمانی کا تحریک پاکستان میں کردار، تدوین، پروفیسر ڈاکٹر مسرت عابد، پاکستان سٹڈی سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، طبع اول، ۲۰۰۵ء، ص: الف۔ د؛ مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے، سید محبوب رضوی، تاریخ دار العلوم دیوبند، ۲/ ۲۴۳۔۲۴۴؛ انوار الحسن شیر کوٹی، حیات عثمانی، ص: ۲۰۱۔۵۲۶؛ انوار الحسن انور قاسمی، تجلیات عثمانی، ص: ۵۷۳۔۶۴۸؛ عبدالرشید ارشد، بیس بڑے مسلمان، ص: ۵۵۱۔۵۵۴؛ محمد اکبر شاہ، اکابر علماء دیوبند، ص: ۹۷۔۹۸؛ مقدمہ فتح الملہم، ۱/ ۵

(۶۹) منشی عبدالرحمن، تعمیر پاکستان و علمائے ربانی، ادارہ اسلامیات، لاہور، ۱۹۹۲ء، ص: ۱۳۵؛ مقدمہ فتح الملہم، ۱/ ۵؛ عثمانی، مومن خاں، حافظ، علمائے دیوبند کے واقعات و کرامات، المیزان ناشران و تاجران کتب، اردو بازار، لاہور، ۲۰۱۰ء، ص: ۳۴۸؛ حیات عثمانی، ص: ۵۹۱

(۷۰) ماہنامہ، آھنگ، کراچی، جنوری ۱۹۵۰ء، ص: ۱ بحوالہ تجلیات عثمانی، ص: ۵۵۵

(۷۱) اخبار زمیندار، لاہور، ۱۶ دسمبر ۱۹۴۹ء، ص: ۱، کالم: ۲۰۱ بحوالہ تجلیات عثمانی، ص: ۵۵۵

(۷۲) تاریخ دار العلوم دیوبند، ۲/ ۱۰۰۔۱۰۱

(۷۳) مقدمہ فتح الملہم، ۱/ ۶؛ دار العلوم دیوبند کی پچاس مثالی شخصیات، ص: ۱۴۹؛ بیس بڑے مسلمان، ص: ۵۵۴؛ اکابر علمائے دیوبند، ص: ۹۸؛ حیات شیخ الاسلام، ص: ۲۴۲؛ تاریخ دار العلوم دیوبند، ۲/ ۱۰۱؛ تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی، ص: ۱۶۱؛ برھان، دہلی، جنوری، ۱۹۵۰ء، ص: ۶؛ بیس علمائے حق، ص: ۶۱؛ تاریخ دیوبند، ص: ۱۷۸؛ سید محمد میاں، علمائے حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے، ۱/ ۳۳۳؛ انور شاہ کشمیری، مقدمہ انوار الباری اردو شرح صحیح البخاری، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، ۱۴۲۵ھ، ۲/ ۴۴۸؛ تفسیر عثمانی، ص: ۸۶۰

(۷۴) تجلیات عثمانی، ص: ۳۶

(۷۵) اکابر علمائے دیوبند، ص: ۹۹

(۷۶) تعمیر پاکستان و علمائے ربانی، ص: ۱۶۱؛ حیات شیخ الاسلام، ص: ۲۴۶

(۷۷) حیات عثمانی، ص: ۵۳۲؛ انوار عثمانی، ص: ۳۰۹؛ تجلیات عثمانی، ص: ۳۶

(۷۸) مقدمہ فتح الملہم، ۱/ ۶؛ حیات عثمانی، ص: ۵۳۲؛ اکابر علمائے دیوبند، ص: ۱۱۱؛ انوار عثمانی، ص: ۳۱۵

(۷۹) روزنامہ نوائے وقت، لاہور، ۱۷ دسمبر ۱۹۴۹ء، ص: ۸، کالم: ۵ بحوالہ القلم، ادارہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب لاہور، دسمبر ۲۰۰۹ء، جلد: ۱۴، شمارہ: ۱۴، مقالہ: علامہ شبیر احمد عثمانی اور تحریک پاکستان، مقالہ نگار: حافظ عبد الرشید، ص: ۲۳۹

(۸۰) ماخوذ از منشی عبد الرحمن، تعمیر پاکستان و علمائے ربانی، ص: ۱۶۱

(۸۱) اخبار زمیندار، لاہور، مؤرخہ ۲۰ دسمبر ۱۹۴۹ء بحوالہ حیات شیخ الاسلام، ص: ۲۴۸

(۸۲) اکابر علمائے دیوبند، ص: ۹۳

(۸۳) اخبار زمیندار، لاہور، ۱۶ دسمبر، ۱۹۴۹ء، کالم: ۴، ص: ۱ بحوالہ انوار عثمانی، ص: ۳۱۹

(۸۴) اخبار زمیندار، لاہور، ۱۷ دسمبر ۱۹۴۹ء بحوالہ تجلیات عثمانی، ص: ۸۱۔ ۸۲

(۸۵) روزنامہ، نوائے وقت، لاہور، ۱۶ دسمبر، ۱۹۴۹ء بحوالہ علامہ شبیر احمد عثمانی کا تحریک پاکستان میں کردار، ص: ۶

(۸۶) پندرہ روزہ آھنگ، کراچی، یکم تا پندرہ جنوری، ۱۹۵۰ء بحوالہ انوار عثمانی، ص: ۳۱۷؛ علامہ شبیر احمد عثمانی کا تحریک پاکستان میں کردار، ص: ۷

(۸۷) روزنامہ امروز، لاہور، ۱۵ دسمبر، ۱۹۴۹ء بحوالہ شبیر احمد عثمانی کا تحریک پاکستان میں کردار، ص: ۷

(۸۸) معارف، اعظم گڑھ، جلد: ۶۵، عدد: ۴، اپریل، ۱۹۵۰، ص: ۳۱۲

(۸۹) برہان، دہلی، جنوری، ۱۹۵۰، ص: ۸